نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

غلام احمد قادیانی

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی للعہ — ششماہی للعہ — سہ ماہی عہ — بیرون ہند

الفضل قادیان

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۰۱ — مورخہ ۱۴ر مارچ سنہ ۱۹۲۵ء — شنبہ — مطابق ۱۸ر شعبان سنہ ۱۳۴۳ھ — جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب لاہور تشریف لے گئے ہیں

جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب گورداسپور سے تشریف لائے اور اب گوجرہ تشریف لیجائینگے۔ جہاں انکی تبدیلی ہوئی ہے۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب جو جماعت احمدیہ منٹگمری کے جلسہ پر تشریف لے گئے تھے وہاں سے غالباً پاکپتن جائینگے۔ جہاں کی جماعت احمدیہ نے اپنے جلسہ میں شمولیت کی ان سے درخواست کی ہے جناب مفتی صاحب کی بجائے سکرٹری انجمن احمدیہ کے فرائض جناب میر محمد اسحٰق صاحب سر انجام دے رہے ہیں۔

جناب ذو الفقار علیخان صاحب ناظر امور عامہ لاہور تشریف لے گئے۔ اور انکی جگہ مولوی عبد المغنی صاحب بحیثیت ناظر امور عامہ کام کر رہے ہیں۔

بخارا سے جو صاحب خان محمد امین خان صاحب مجاہد کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ ان کا نام حاجی آغا مردان قل صاحب ہے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نفتھ ہائی کلاس کے طلباء امتحان دینے...

نظم

دار الامان کو پایا دار الشفا کو پایا

لوح الہدیٰ کو پایا۔ خوانِ ہدیٰ کو پایا
خیر الوریٰ کو پایا۔ اس مجتبیٰ کو پایا

میں قادیاں میں آیا۔ جاگا مرا نصیبہ
دل کی مرادیں اپنی سب ہو گئی ہیں پوری

جو کچھ ہے ہم نے پایا بس قادیاں سے پایا
سارے جہاں میں پھر کر دینوں کی خاک چھانی

دُنیا تلاش میں تھی ملتا نہ ناخدا تھا
ملکہ ہوا کہ یہ جو ظلمت کدہ ہیں سارے

ہے قادیاں کی بستی اک آیۂ الٰہی

دار الامان کو پایا۔ دار الشفا کو پایا
ہاں مصطفےٰ کو پایا۔ بدر الدجیٰ کو پایا

دار الاماں میں میں نے ہر مدعا کو پایا
صدق و صفا کو پایا۔ فہم و ذکا کو پایا

حبیب میرزا کو پایا۔ ہر مدعا کو پایا
دار الاماں میں لیکن دینِ خدا کو پایا

پر قادیاں میں ہم نے اس ناخدا کو پایا
کدہ میں لیکن اک نورِ خدا کو پایا

اسمیں نئے خدا کے ارض و سما کو پایا

آؤ ہم سے لیکے جگی سب بشارتیں دیں
خوف و خطر ہمارے جاتے رہیں نہ کیونکر
دُنیا میں سب وفا بھی دیکھے بہت تھے لیکن
کافور ہو رہی ہیں سب ظلمتیں جہاں کی
صُوفی ہوں یا کہ عالم سب سیر ہو رہے ہیں

اس قادیاں میں ہم نے اس مہ لقا کو پایا
محمود میرزا سے جب رہنما کو پایا
غدّار سب سے بڑھکر اِبنِ بہا کو پایا
جب سے کہ اس جہاں نے شمس الضحیٰ کو پایا
جب سے انہوں نے صَابر خوانِ ہدیٰ کو پایا

خاکسار علی محمد بی اے ۔ بی ٹی ۔ قادیان

کابل کے مظلوم احمدی اور ظالم حکومت

ایک نئی خبر

الٰہ آباد کا ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء کا حسب ذیل تار اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ "اخبار پاؤنیر لکھتا ہے۔ کابل سے اطلاع ملی ہے کہ دو اور پٹھان قادیانی گرفتار کئے گئے تھے۔ اور ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تھا۔ مگر ان کی تشویش دُور ہو گئی ہے کہ ان دونوں ملا گرفتاروں کو سنگسار کیا جائیگا۔ یعنی ان کا وہ حشر نہیں ہو گا۔ جو ان کے تین ہم مذہبوں کا ہوا تھا۔ ایک ملزم کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ کہ اس کو [illegible] جسے قید کر دیا گیا۔ اور دوسرے ملزم نے نہایت کامیابی سے عدالت کو اپنی معصومیت کا یقین دلایا ہے۔"

کابل کی اس خبر کے متعلق جو کچھ خیال کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ افغان حکومت نے چونکہ احمدیوں کے بہت سے رشتہ داروں اور ان لوگوں کو جو ان سے کچھ نہ کچھ ہمدردی اور انسانیت کا سلوک کرتے تھے۔ گرفتار کیا ہوا ہے۔ اس لئے یہ بہت ممکن ہے۔ کہ ان لوگوں میں سے کسی نے یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے آپ کو احمدیوں سے قطع تعلق کرنے کا کسی اور طریق سے یقین نہیں دلا سکتا اپنی جان بچانے کے لئے احمدیت سے تائب ہونے کا اقرار کیا ہو۔ جب تک اس آدمی کا نام معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ فی الواقعہ وہ احمدی تھا ۔

تبلیغی دوروں کے متعلق اعلان

ناظر دعوت و تبلیغ کے پاس پنجاب کے لئے صرف تین مبلغ ہیں اور جماعتہائے احمدیہ جو جلسے یا مباحثات کروانا چاہتی ہیں ان کی تعداد پانسو سے اوپر ہے۔ اس لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں متعدد جماعتیں مبلغین اور واعظین طلب کرتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض درخواستوں کو مجبوراً مسترد کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آئندہ سے یہ تجویز کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے سال رواں میں جلسے یا مباحثات کروانے ہیں۔ وہ اپنے نام ناظر دعوت و تبلیغ کو بھیجدیں۔ اس اعلان سے ایک ماہ کے اندر اندر جس قدر درخواستیں موصول ہونگی ان کا ایک پروگرام بنا کر مقررین قادیان سے روانہ کئے جائینگے۔ اور ایک ہی وقت میں تمام پنجاب کا دورہ کیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔ کہ پنجاب کا دورہ چند مہینے کے اندر اندر ختم ہو جائیگا۔ اسکے بعد علماء ہندوستان بہار اور بنگال وغیرہ دیگر صوبجات ہند کی طرف تشریف لے جائینگے۔ اور اہالیان پنجاب کو اسکے بعد موقع نہیں دیا جائیگا اس انتظام کے ماتحت ہر ایک انجمن کو جلسہ کرنے یا تقریریں کروانے کا حق ہو گا۔ لیکن جلسہ کی تاریخ مرکز سے مقرر کی جائیگی۔ اس انتظام کے ماتحت قلیل وقت میں اور قلیل خرچ کے ساتھ تمام ہندوستان میں اچھی طرح سے تبلیغ ہو سکتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ احمدی احباب اس تجویز پر لبیک کہتے ہوئے ایک ماہ کے اندر اندر اپنی درخواستیں دفتر میں بھجوا دینگے۔ والسلام

خاکسار ۔ فتح محمد سیال ۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

حکومت کابل کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج

احمدی جماعتوں کی طرف سے

جماعت احمدیہ سرگودھا

مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی سنگساری کے بعد امیر کابل کے خلاف انسانیت فعل پر عوام اور خواص کے اظہار نفرت پر ہم نے سمجھا تھا کہ اب امیر سمجھ جائیگا۔ اور آئندہ محض مذہبی اختلاف کی بناء پر سنگساری کا فتویٰ صادر کر کے اسلام کو بدنام نہ کریگا مگر حال ہی میں محض احمدی عقائد کی بناء پر دو اور احمدیوں کی سنگساری کی خبر سُنکر ہماری حیرت حد سے بڑھ گئی۔ ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ امیر کابل نے تیس اور احمدیوں کو گرفتار کیا ہے۔ جو موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم تمام ممبران جماعت احمدیہ سرگودھا اپنے ہر دو احمدی بھائیوں کی سنگساری پر امیر کے اس قبیح فعل پر اظہار نفرت کرتے ہیں۔ اور دُنیا کو انسانیت کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ اسپر صدائے احتجاج بلند کرے۔ غلام حیدر وکیل سکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا +

جماعت احمدیہ سمبڑیال

۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو جماعت احمدیہ سمبڑیال کا غیر معمولی اجلاس ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشنز پاس ہوئے۔

(۱) انجمن احمدیہ سمبڑیال اپنے دو عزیز بھائیوں کی شہادت کی خبر پا کر جو حال میں امیر کابل کے ظالمانہ فعل سنگساری کی وجہ سے ہوئی۔ نہایت دردمندانہ دل سے افسوس کرتی ہے۔ اور اس عظیم الشان قربانی کو جو دین کے لئے کی گئی ہے۔ تا قیامت قائم رہنے والی یادگار یقین کرتی ہے۔

(۲) امیر کابل کا یہ وحشیانہ فعل جو بے رحمانہ قتل کا تازہ ثبوت ہے۔ خلاف احکام قرآن کریم و سُنت رسول اللہ علیہ وسلم سمجھتی ہے۔ اور سخت نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور امیر کو یقین دلاتی ہے۔ کہ امیر کا یہ فرعونی فعل حق کو نہیں مٹا سکتا۔ اور نہ حق کے راستہ میں روک پیدا کر سکتا ہے۔

(۳) مہذب دُنیا سے اپیل کرتی ہے کہ امیر کے اس ظالمانہ فعل کے خلاف پُر زور صدائے احتجاج بلند کرے تاکہ آئندہ امیر ظلم سے باز آئے ۔

خاکسار سراج الدین محاسب انجمن احمدیہ سمبڑیال

جماعت احمدیہ جڑانوالہ

ہم احمدیان جڑانوالہ نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ حکومت کابل کے اس وحشیانہ فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ جو اس نے ہمارے دو جان نثار بھائیوں مولوی عبد الحلیم صاحب اور حافظ نور علی صاحب کو نہایت ہی بیدردانہ طریق سے قتل کیا ہے۔ اور ہم حکومت کابل کے اس ظالمانہ فعل پر اظہار نفرت و ملامت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے یہ فعل سراسر قرآن کریم اور حدیث شریف اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا ہے۔ حکومت کابل کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اسکی یہ بیہودہ حرکات احمدیت کے آگے کسی قسم کی روک پیدا نہیں کر سکتیں۔ بلکہ وہ ہر ایک احمدی کو اس شاہراہ صداقت پر ثابت قدم پائیگی۔ آخر میں ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت افغانیہ آئندہ ایسی ناشائستہ حرکات کی اصلاح کریگی۔ اور باقیوں کی جان لینے سے باز آئیگی۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گورنمنٹ افغانیہ کی آنکھیں کھولدے اور اسکو حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاکسار ابراہیم خان۔ سکرٹری انجمن احمدیہ ۔ جڑانوالہ ۔

الفضل
(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

یوم شنبہ - قادیان دارالامان - ۱۴ مارچ ۱۹۲۵ء

کابل میں جفاکاری اور سفاکی کا اعادہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے جانی قربانی کیلئے سب سے پہلے احمدیان کابل کا انتخاب

نئے شہداء احمدیت اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل

احمدیان کابل کو ان کی خوش بختی پر مبارکباد

فدائے دین وملت حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کے واقعہ شہادت کے بعد کیا بوجہ اس لعنت و ملامت اور نفرت وحقارت کی بوچھاڑ کے جو دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک والئے کابل کے اس مذموم اور جفاکارانہ فعل کے خلاف کی گئی۔ اور جس میں تمام مذاہب کے لوگوں نے حتیٰ کہ مسلمانوں کے کثیر اور معزز طبقہ نے بھی حصہ لیا۔ اور کیا بوجہ اس وحشت انگیز اور شرمناک طریق جفاکاری کے جس کا ارتکاب کابل کی خونخوار سرزمین میں ایک بیکس و بے بس بے یار ومددگار اور نہتے احمدی کے متعلق کیا گیا۔ اہل دنیا کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ موجودہ والئے کابل اور اس کے ارکان سلطنت کو اس قسم کے ظالمانہ اور سنگدلانہ فعل کے اعادہ کی پھر جرأت ہوگی۔ یا اس خطۂ جور وجفا میں جہاں ایک بیگناہ اور بے قصور انسان کو محض احمدی کہلانے کے جرم میں زندہ زمین میں گاڑ کر پتھروں کے ذریعہ شہید کردیا گیا ہو وہاں اتنی جلدی کسی اور کو احمدی کہلا کر اس ظالمانہ سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہونے کی ہمت پڑیگی لیکن ابھی جبکہ حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کی شہادت پر چند ہی ماہ گذرے تھے۔ ان کے پاک اور مقدس خون کے چھینٹے کابل کی چھاؤنی شیرپور کے حدود میں پتھروں پر چسپاں ہو رہے تھے۔ ان کی مبارک لاش پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دبی ہوئی تھی جس پر ظالم پہرہ دے رہے تھے۔ کہ جہاں والئے کابل اور اس کے مشیران کار کو اپنے پہلے سفاکانہ فعل کو دوبارہ عمل میں لاکر انسانیت کے نام کو بدنام کرنے اور دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو بدترین مخلوق قرار دینے کی جرأت ہوگئی۔ وہاں اسی رستہ پر بصد فخر وناز چلنے کے لئے کہ جس پر چل کر حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید اپنے مولا سے جا ملے۔ ایک نہیں بلکہ دو ۲ احمدی سورمے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے پیارے اور عزیز بھائی مولوی نعمت اللہ خان صاحب کے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے ساتھ کابل کے وحشی اور درندہ صفت لوگوں کے بے رحمانہ سلوک کو خود ملاحظہ کیا تھا۔ اور وہ نظارہ ان کے سامنے تھا جب ان کے بھائی کو طوق وسلاسل میں جکڑ کر شہر کی گلیوں میں پھرا کر بے رحموں اور بے دردوں کے ایک بہت بڑے مجمع کے روبرو پتھروں سے ہلاک کردیا گیا تھا۔ اور ان کی تڑپتی ہوئی لاش کو پتھروں کے بہت بڑے انبار کے نیچے دبا دیا گیا۔ لیکن اس جگر دوز اور قلب شگاف حادثہ نے نہ تو ان کی ہمتوں کو پست کیا۔ نہ ان کے دل میں کسی قسم کا خوف و خطر پیدا ہونے دیا۔ اور جب خدا تعالیٰ کی مشیت نے انہیں دین حقیقی پر قربان ہونے کے لئے منتخب کیا۔ تو مردانہ وار اس کے لئے آگے بڑھے۔ اور ظالموں کے ظلم کا شکار ہو کر دنیا پر ثابت کردیا۔ کہ اگر والئے کابل اور اسکے ارکان سلطنت اپنی جفاکاری اور ستم شعاری سے باز نہیں رہ سکتے۔ اگر کابل کا حکمران اور اس کے مشیر اپنے ظالمانہ اور سفاکانہ فعل پر ندامت اور شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ اگر امیر کابل اور اسکے صلاح کار بے گناہوں کے قتل پر ساری دنیا کی لعنت اور ملامت سے شرمسار نہیں ہوتے۔ تو ہم بھی اس صداقت اور حقانیت پر جان قربان کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں رونما ہوئی۔ ہم بھی اس نور اور ہدایت کے لئے مردانہ وار اپنی گردنیں کٹانے اور اپنے جسم کو پتھروں کے ساتھ ریزہ ریزہ کرانے سے نہیں رک سکتے۔ جو خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق موجودہ زمانہ کے نبی حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ اور جسے اپنی خوش قسمتی اور نیک بختی سے ہم نے قبول کیا۔ بیشک ہم بےکس اور بے بس ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمارا ظالم اور بے رحم دشمن ہمیں ہر طرح کے شدائد اور مصائب میں مبتلا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن ہماری حد سے بڑھی ہوئی بے کسی وبے بسی اور ظالم کا بے نہایت ظلم وستم زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کر سکتا ہے۔ تو یہی کہ ہمارے جسم اور روح کو جدا کردے۔ مگر اس میں یہ قطعاً طاقت نہیں ہے کہ ہم نے جس نور اور صداقت کو پایا ہے۔ اسے ہم سے چھڑا دے۔ اور اسی ظلمت اور گمراہی میں ہمیں بھی گرا دے۔ جس میں وہ خود گر کر ظالمانہ افعال کا ارتکاب کر رہا ہے۔ ہم اپنی جان دیدینگے۔ اور ظالموں کے پتھروں کے نیچے دب جانا قبول کر لینگے۔ مگر علم صداقت کو جو حضرت مسیح موعود نے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ گرنے نہ دینگے۔ بلکہ اپنے خون سے رنگ کر اس قدر بلند کرینگے۔ کہ ساری دنیا اسے دیکھ لے ؛

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارے شہید ہونیوالے ان دونوں بزرگوں نے جنہیں حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جام شہادت پینا پڑا۔ جہاں حکومت کابل کی شرمناک سفاکی اور بے رحمی کو دنیا میں نمایاں کردیا ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت کردیا ہے۔ کہ والئے کابل کا ایسا شرمناک ظلم اور انتہا حد سے بڑھی ہوئی سفاکی جس پر اپنے پرائے سب انتہائی طور پر نفرت وحقارت کا اظہار کر رہے ہیں۔ نہ تو کابل کی سنگلاخ زمین سے احمدیت کے نازک اور کمزور پودے کو اکھیڑ سکتی ہے۔ اور نہ وہاں کے جری اور بہادر احمدیوں کو جادہ ثواب سے ہٹا سکتی ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ان میں اسقدر قوت اور جرأت پیدا کر رہا ہے کہ پہلے اگر ایک شخص سنگسار کیا گیا تھا۔ تو اس کے بعد ایک کی بجائے دو کھڑے ہوگئے اور انہوں نے بھی اسی مردانگی اور جرأت سے ظالموں کے ہاتھوں جام شہادت پیا۔ جس سے ان کا پیشرو پی چکا تھا۔

ہمارے لئے اپنے ان دو بزرگ اور جان نثار بھائیوں کا حادثہ جانکاہ اسی طرح رنج افزا اور تکلیف دہ ہے۔ جس طرح مولوی نعمت اللہ خان صاحب کا واقعہ تھا۔ لیکن اس میں ہمارے لئے خوشی اور مسرت کا بھی بہت بڑا سامان ہے۔ جس کے لئے ہم نہ صرف ان شہیدان صادق کی مقدس اور پاک روحوں کو مبارکباد کہتے۔ اور ان کے درجات کی بلندی کے لئے خلوص قلب سے دعا کرتے ہیں۔ بلکہ سرزمین کابل کے تمام احمدیوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ حضرت مسیح موعود کی پاک جماعت میں سے خدا کی راہ میں اور حضرت مسیح موعود ؑ کی صداقت کے

اظہار میں سب سے پہلے جن خوش قسمت لوگوں کو اپنی جانیں قربان کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ ہمارے کابل ہی کے احمدی بہادر ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کے ماتحت اس زمانہ میں دین کی خاطر جانی قربانی کے لئے سب سے پہلے کابل کے احمدیوں کو چُنا ہے۔ اور ہم نہایت فخر اور خوشی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ احمدیان کابل نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں سب سے اوّل اس کام کے لئے منتخب کرنے کا جو شرف بخشا ہے۔ اس کے وہ پورے پورے مستحق ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو مختلف اطراف ملک میں ظالموں کے ظلم کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس وقت تک یکے بعد دیگرے پانچ جان نثار ملک کابل کے دار السلطنت میں حکومت کے جبر و ستم کے نیچے اپنی جانیں خدا کی راہ میں دے چکے ہیں۔ اور اپنے خون کی سُرخی سے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا اشتہار لکھ کر اکناف عالم میں پہنچا چکے ہیں۔

سرزمین کابل کو احمدیوں کے لئے مذبح کیوں بنایا گیا اس کی اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ لیکن ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر سوائے کابل کے اور کوئی بھی ملک ایسا نہیں۔ جہاں کی حکومت وحشت اور درندگی میں اسقدر بڑھی ہوئی ہو کہ مذہبی خیالات کے اختلاف کی وجہ سے باامن اور صلح پسند انسانوں کو اس بیدردی اور ایسی جفا کاری سے ہلاک کرے۔ چونکہ آج کل دنیا میں مذہب ایک بے حقیقت چیز رہ گیا۔ اور اس کے لئے کوئی اپنے آپ کو آلام و مصائب میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے دُنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حقیقی مذہب کے حامل اب بھی ایسے ایسے مظالم بخوشی برداشت کر سکتے ہیں۔ جن کی نظیر اور کہیں نہیں مل سکتی۔ سرزمین کابل کو منتخب فرمایا۔ اور احمدیان کابل کو توفیق بخشی۔ کہ وہ مردانہ وار مذہب کے لئے ایسی قربانیاں پیش کریں۔ جو تمام عالم پر احمدیت کی صداقت اور برتری ظاہر کر دیں۔ اس مقصد اور مدعا کے لئے کابل کے جو احمدی اپنی جانیں دے رہے ہیں۔ ان کی خوش قسمتی میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ وہ لائق صد مبارکباد ہیں۔ اور ان کے نام ہمیشہ آسمان صداقت پر ستارے بنکر چمکتے رہیں گے۔

حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب اور حضرت قاری نور علی صاحب کی شہادت اس وجہ سے بھی جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی فخر کا موجب ہے۔ کہ مولانا مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے امام محترم نے اپنے ایک مضمون میں ارقام فرمایا تھا:۔

"ہم آٹھ لاکھ آدمیوں میں سے ہر ایک خواہ مرد ہو۔ خواہ عورت۔ خواہ بچہ۔ اس راستہ پر چلنے کے لئے تیار ہے۔ جس پر نعمت اللہ خان نے سفر کیا"۔

(الفضل - ۲۶ اکتوبر)

اپنے امام کے اس ارشاد کی تعمیل کا جن بیدار بخت اصحاب کو سب سے پہلے موقعہ میسّر آیا۔ وہ ہمارے یہی دونوں برادران محترم ہیں۔ جنہوں نے اس اعلان کے چند ہی دن بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ثابت کر دیا کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنے خدام کے متعلق جو توقع ظاہر فرمائی۔ وہ بے جا نہ تھی۔ اور جلد سے جلد جن کو اس کی تعمیل کا موقع میسّر آیا۔ انہوں نے اسے حرف بحرف پورا کر کے دکھا دیا۔

جن لوگوں کی آنکھیں ہیں۔ دیکھیں۔ جن کے کان ہیں۔ وہ سُنیں۔ اور جن کے دل ہیں۔ وہ غور کریں کہ کیا اس وقت صفحہ عالم پر سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی اور بھی ایسی جماعت ہے۔ جس کے افراد دین کی خاطر کابل جیسی ظالمانہ حکومت کے سنگ ہائے جفا کا پے در پے نشانہ بن رہے ہیں اور جس کا راہ نما اپنے پیروؤں کے متعلق یہ دعویٰ کر سکے۔ کہ ان میں سے ہر ایک بخوشی اس رستہ پر چلنے کے لئے تیار ہے۔ جس پر ان کا کوئی ایک بھائی چلا۔ اور پھر یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہ ہو۔ بلکہ اگر ایک کو ظالموں اور سفاکوں نے سنگسار کر کے جام شہادت پلا دیا۔ تو اس کے چند ہی دن بعد ایک کی بجائے دو کھڑے ہو گئے اور ہنسی خوشی انہوں نے اس راستہ کو اختیار کر لیا۔

یہ صرف وہی جماعت ہے جسے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑا کیا۔ اور جس کا امام وہ مقدس انسان ہے۔ جس نے اپنی قوت قدسی سے اپنے پیروؤں میں وہ رُوح پھونک دی ہے۔ کہ دین کی خاطر ان کے لئے دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیف اور ظالموں کی بڑی سے بڑی جفا کاری بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

اب جبکہ جماعت احمدیہ دین متین کے لئے ایسی ایسی عظیم الشان اور بے نظیر قربانیاں پیش کر رہی ہے۔ اور اسکے افراد محض خدا تعالیٰ اور اس کے دین کے لئے ایسے شدائد اور آلام بخندہ پیشانی برداشت کر رہے ہیں۔ جو سوائے ان کے اور کسی پر نہیں توڑے جا رہے۔ تو کیا اب بھی اس امر کا فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل حائل ہے۔ کہ صفحہ دنیا پر سچا اور حقیقی دین وہی ہے۔ جس کی حامل جماعت احمدیہ ہے۔

اخیر میں ایک بار پھر نہایت ہی خلوص قلب سے احمدیان کابل کو مبارکباد کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اور بے اختیار دل سے نکلتا ہے۔ کہ مبارک ہیں وہ گھر جہاں ایسے پروانے پیدا ہوئے۔ جو شمع احمدیت پر قربان ہو گئے۔ مبارک ہیں وہ در و دیوار جن میں ان بہادروں نے پرورش پائی۔ جن کی ہمت اور طاقت کے مقابلہ میں کابل کی سفاک حکومت اور وحشی سیرت عوام بھی خائب و خاسر ہو گئے۔ مبارک ہیں وہ احمدی جن کے بھائیوں کو جب دین کے لئے اپنے سر دینے کا موقع پیش آیا۔ تو انہوں نے مردانہ وار خدا کے حضور اس ہدیہ کو پیش کر دیا۔

اے سرزمین کابل بے شک تجھ میں وہ انسان بستے ہیں جو اپنے بے گناہ اور بے قصور ہم جنسوں کی ایسے دردناک اور دحشت خیز طریق سے جان لیکر اسپر فخر اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے جنگلی درندوں کی درندگی بھی مُنہ چھپاتی ہے مگر تجھ میں ہی وہ انسان بھی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے صداقت اور راستی کی خاطر اپنے ہموطنوں اپنے ہم قوموں اور اپنے رشتہ داروں کے سنگہائے جفا کھا کھا کر جانیں قربان کر دیں۔ اور اس زمانہ میں قربان کیں۔ جبکہ دُنیا مذہب کے نام تک سے بیزار ہو رہی ہے۔ ایک وقت آئیگا۔ جب ان شہیدان باوفا کی قربانیاں رنگ لائینگی۔ اور ضرور لائینگی۔ اس وقت تیری نجات اور رستگاری کا باعث یہی شہید ہونگے تو ان کو مقدس امانت سمجھ کر محفوظ رکھ۔ اور آنے والی نسلوں کو ان کے کارناموں سے آگاہ کرتی رہ۔

اے کاش! وہ وقت جلد آئے۔ جب کابل اپنے ان جان نثاروں کی قدردانی کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس صداقت کو قبول کرے جس کی خاطر اسکے ان بہادر فرزندوں نے اپنی جانیں نچھاور کر دی ہیں۔

احمدیوں کی قابل تقلید سرگرمیاں

اِس عنوان سے معاصر کشمیری میگزین (۷ مارچ ۱۹۲۵ء) لکھتا ہے:۔

"احمدیوں کی دونوں جماعتیں اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے جس بے تابی سے سرگرم عمل ہیں۔ کاش! وہ جذبہ اسلام کے دوسرے فرقوں میں بھی پیدا ہو جائے"۔

اور آگے اسکے ثبوت میں لکھا ہے:۔

"خلیفۃ المسیح نے ایک لاکھ روپیہ کیلئے جو اپیل شائع کیا ہے اُسپر ہر ایک احمدی لبیک کہہ رہا ہے"۔

جس جوش و خروش سے جماعت احمدیہ نے اپنے امام کی تحریک ایک لاکھ پر لبیک کہا ہے وہ بلاشبہ اہل دُنیا کے لئے حیرت انگیز ہے۔ اور خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء

ایک لاکھ چندہ کی تحریک کی کامیابی

اور

چندہ خاص کے متعلق بعض شکوک کا ازالہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج سے تین ہفتہ پہلے میں نے ایک چندے کی تحریک کی تھی جس میں خدا کے فضل سے بہت کامیابی ہوئی ہے۔ اور جماعت کے مخلصین نے بڑی گرمجوشی سے اسے قبول کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ جس قدر روپیہ کا استعمال اس زمانہ میں ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں نہیں ہوتا تھا۔ پہلے تو ایک گھر جس کے لوگ کھدر بنتے تھے۔ وہ اتنا بنتے تھے۔ کہ ان کی گھر کی ضروریات سے بچ رہتا تھا۔ اور روپے کی بجائے وہ بقیہ کھدر کے بدلے کچھ اور سامان لے لیتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان لے لیا۔ جوتے لے لئے یا لکڑی اور لوہے کا سامان لے لیا۔ اس وجہ سے پرانے زمانہ میں اس قدر مال کی احتیاج نہ تھی جتنی کہ آج کل ہے۔

جماعت احمدیہ کی مالی احتیاج

آج کل تو ہر ایک چیز کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ گو مالی احتیاج سب لوگوں کی ہی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر ہماری جماعت کے لوگوں کے لئے سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت کے لوگ عام طور پر غربا ہیں۔ اور پھر غربا بھی مظلوم غربا۔ ہندوستان میں ہمارے دشمن ہماری جماعت کو جو نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ بھی زیادہ تر مالی حالت پر ہی اثر ڈالتا ہے۔ چونکہ زیادہ حصہ ہماری جماعت کا ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے دشمن گورنمنٹ انگریزی کی حکومت میں ایسا طریقہ ظلم تو ہماری جماعت کے لوگوں کے ساتھ نہیں برت سکتے۔ جس کی وجہ سے گورنمنٹ کی گرفت میں آسکیں۔ مگر جو کچھ ان سے ہو سکتا ہے۔ اس سے باز نہیں رہتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ مالی رنگ میں ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی احمدی دوکاندار ہے۔ تو سودا وغیرہ اس سے لینا بند کر دینگے۔ یا اگر احمدی کہیں ملازم ہے۔ تو کوشش کر کے اس کو نکال دینگے۔ اور دوسرے کو وہاں نوکر کرا دیں گے۔ یا احمدی کی ترقی بند کرا دیں گے یا اگر شادی شدہ ہے۔ تو اس کی بیوی کو گھر میں روک لیں گے اور اس کے زیورات پر قبضہ کر لیں گے۔ اگر وہ کوئی اور شادی کرے گا۔ تو پھر روپیہ اسے خرچ کرنا پڑے گا۔ غرض ہندوستان کے دشمنوں کے مظالم کا اثر زیادہ تر ہماری جماعت کی مالی حالت پر ہی پڑتا ہے۔ ان کی طرف سے اور مظالم بھی کئے جاتے ہیں مگر ان کا بڑا حصہ وہی ہے۔ کہ جس سے ہماری جماعت کو مالی نقصان پہنچتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا اخلاص

پس ایسی کمزور اور مظلوم جماعت کا دینی ضرورات اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اس فراخدلی سے اپنے مالوں کو قربان کرنا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ جو اخلاص ہماری جماعت کو دیا گیا ہے۔ اور جس کا نمونہ ہر موقع پر دیکھا گیا ہے۔ وہ بھی خدا کا خاص عطیہ ہے۔ جب کبھی بھی چندے کی تحریک کی جاتی ہے۔ وہ جس ارادہ اور نیت سے کی جاتی ہے۔ اور اس میں جتنی کوشش اور سعی کی جاتی ہے۔ اس کا جواب بھی ویسا ملتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ پچھلی دفعہ جب ایک ایسی ہی تحریک کی گئی۔ تو مجھے خیال آیا تھا کہ کہیں جماعت پر یہ چندہ بوجھ نہ ہو۔ اس وجہ سے میں نے لوگوں کی کمزوری کا خیال رکھا۔ آخر جس طرح اس تحریک میں لوگوں کا خیال رکھا گیا۔ ویسے ہی وہ تحریک بھی لڑکھڑاتی ہوئی نکلی۔ لیکن اس دفعہ بہت سے خرچ کے بعد اور پھر ایسے وقت میں جب کہ غلہ بہت گراں ہو گیا ہے۔ آٹا اس وقت کی نسبت قریب نصف کے ہو گیا ہے۔ گویا خرچ آگے سے تین گنا زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ خیال ہو سکتا تھا۔ کہ یہ تحریک جماعت پر زیادہ بوجھ ہوگی۔ مگر جس قدر زیادہ زور کے ساتھ اس تحریک کو پیش کیا گیا اسی قدر زیادہ زور اور اخلاص کے ساتھ جماعت نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ پچھلے سال کی تحریک میں تو جتنا بھروسہ کیا گیا تھا۔ وہ جماعت کے اخلاص پر کیا گیا تھا۔ اگرچہ اخلاص بھی جماعت میں خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے۔ لیکن اب کے جو تحریک میں نے کی ہے۔ اس کے آخری حصہ میں میں نے خدا تعالےٰ سے دعا بھی کی ہے۔ کہ جو اس تحریک میں حصہ لیں۔ اور جو اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش اور سعی کریں۔ ان پر اپنے خاص فضل اور برکتیں نازل فرمائے۔ اور اس دعا کے تتبع میں۔ میں ہر نماز میں بالالتزام دعا کرتا ہوں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ جو لوگ اس تحریک میں حصہ لیں گے۔ اور اس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کرینگے۔ خدا تعالےٰ ضرور ان پر اپنے خاص فضل اور برکتیں نازل فرمائے گا۔ پس اس کی طرف میں پھر اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک کی کامیابی بنانے کی طرف متوجہ ہوں۔ میں اس امر پر خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے ہماری جماعت میں ایسا اخلاص پیدا کیا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ خدا تعالےٰ کی جس نعمت کا شکر کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ اور اضافہ فرما دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرے خیالات کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جسے کم اہم سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی بہت اہم ہے اور اس کیلئے بھی بہت زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے۔

جماعت احمدیہ کا کام اور اس کی قربانیاں

اس وقت دنیا میں ایسی قوم جس کی طاقت اور جس کی قربانیاں دشمن کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں وہ وہ جماعت ہے۔ جو احمدی جماعت کہلاتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ تاریخ میں حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی قوم کے ذمہ اتنا بڑا کام نہیں ہوا جتنا کہ ہمارے ذمہ ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ تمام گذشتہ قوموں سے بڑا کام ہمارے ذمہ ہے۔ پھر بھی ہماری قربانیاں ابھی تک پہلی قوموں سے بڑھ کر تو الگ رہا ان کے برابر بھی نہیں بعض تو ایسی قربانیاں ہیں۔ جن کے کرنے میں ہماری طرف سے کوتاہی ہے۔ لیکن بعض ایسی بھی ہیں۔ جن کے لئے ابھی تک ہم سے مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ اگر مطالبہ کیا گیا۔ تو جماعت کا بیشتر اور اکثر حصہ ان قربانیوں کے لئے تیار ہو جائیگا۔ مثلاً ہندوستان میں چونکہ ابھی تک جانی قربانی کا موقعہ ہماری جماعت کو پیش نہیں آیا۔ اس لئے اس سے جانی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ہندوستان میں ہی بیشتر حصہ جماعت کا ایسا ہے۔ کہ اگر اس سے جانی قربانی کا مطالبہ کیا جائے۔ تو وہ انشاء اللہ کابل کی جماعت سے پیچھے نہ رہے گا۔ یہ خدا تعالےٰ کی مشیت کا تقاضا ہے۔ کہ ہمیں ابھی ایسی قربانی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن اگر وہ چاہے۔ تو ہم میں سے بہت کم ہونگے۔ جو نعوذ باللہ یہ کہدینگے۔ کہ ہم ایسے ایثار اور قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور بہت ہیں۔ جو یہ خیال کر کے ہی خوشی اور لذت محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی ایسا موقعہ نصیب ہو۔ لیکن باوجود اس کے کہ ان کو اس قسم کی قربانی کا موقعہ اس لئے نہیں ملا کہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تاہم ایسی قربانیوں کا موقعہ انکے لئے موجود ہے۔ جو بظاہر چھوٹی نظر آتی ہیں۔ لیکن ان کے نتائج اتنے ہی بڑے ہوتے ہیں۔ جتنے جان کی قربانی سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جماعت کو ان قربانیوں کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ انہی میں سے ایک مالی قربانی ہے۔ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ مگر میں اس وقت اس حصہ کے بیان کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا +

ایک شبہ کا ازالہ

آج جس حصہ کے بیان کرنے کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ وہ ایک شبہ ہے۔ جو اس تحریک کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ جو چندہ کے متعلق کی گئی ہے۔ دو خط مجھے پہنچے ہیں۔ ایک بھیرہ سے اور ایک سیالکوٹ سے۔ ایک کے نیچے تو نام لکھا ہے۔ مگر ایک بے نام ہے۔ خطوط لکھنے والے

اسی سلسلہ میں یہ شبہ پیش کیا ہے۔ کہ دس لاکھ کی جماعت میں اگر دو آنے فی کس بھی چندہ لیا جائے۔ تو سوا لاکھ کی رقم ہو سکتی ہے۔ پھر ہر ایک احمدی کو [illegible] کی آمدنی [illegible] کی ضرورت ہے۔ جبکہ جماعت کی تعداد آٹھ دس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ ممکن تھا کہ ایسا شبہ پیدا ہو۔ اور عقلی طور پر اگر دیکھا جائے۔ تو یہ شبہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو یہ شبہ ناواقفیت اور علم کی کمی کا نتیجہ ہے ؏

مرکز کو چندہ نہ بھیجنے والے احمدی

کیونکہ ہم جب یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ تو اس کا مفہوم یہ نہیں ہوتا۔ کہ منتظم جماعت دس لاکھ کے قریب ہے۔ لوگ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ چونکہ ساری کی ساری جماعت منتظم نہیں۔ اس لئے سب سے باقاعدہ چندہ وصول نہیں ہو سکتا۔ وہ خود ہی اپنے اخلاص سے کچھ دیدیں۔ تو دیدیں۔ ورنہ ایک بڑے حصہ سے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس تعداد میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی شامل ہیں۔ جو خود بخود کوئی حرکت نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کے اٹھائے اٹھتے ہیں۔ جب تک کوئی انکے پاس پہنچے نہیں۔ وہ کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے۔ اور بعض تو ایسے ہیں۔ کہ ان کے پاس پہنچنا ہی مشکل ہے۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت دس لاکھ کے قریب ہے۔ تو اس سے دنیا کی ساری قوموں کے احمدی مراد ہوتے ہیں ؏

مرکزی تحریکوں میں حصہ نہ لے سکنے والے احمدی

پس اس میں وہ احمدی بھی شامل ہوتے ہیں۔ جو افغانستان میں ہزاروں کی تعداد میں رہتے ہیں۔ ان سے یہ امید رکھنا۔ کہ وہ چندہ دیں۔ اور تحریکوں میں شامل ہوں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ حکومت کابل کو اگر کسی کے احمدی ہونے کی خبر ملے۔ تو اسے سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ ان کے اوپر بہت بڑی حسن ظنی ہے۔ مگر معترض کو اس بات کا کوئی خیال نہیں آیا۔ پھر اس تعداد میں وہ بہت سی نئی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ کہ جنہوں نے ابھی ایمان کے چشمے پر ڈیرے ہی ڈالے ہیں۔ لیکن انہوں نے ابھی تک اس سے پانی نہیں پیا۔ ان سے بھی اس قسم کی قربانیوں کی امید رکھنا یا مطالبہ کرنا خلاف عقل ہے۔ پھر ان میں وہ جماعتیں بھی شامل ہیں۔ جو سلسلہ کے کاموں سے ایک حد تک تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن ان پر بعض حالات کے ماتحت اتنا بوجھ ہے۔ اور مقامی ضروریات کے لئے ان کو اتنا کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے کہ جو ہماری موجودہ شرح چندہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس پر ان سے اگر اور بھی چندے کا مطالبہ کیا جائے۔ اور ان کو اپنے ماہواری چندوں میں شریک ہونے کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو یہ ان پر بڑا بوجھ ہے۔ پھر بہت سی ایسی جماعتیں ہیں۔ جن کے مقامی اخراجات تبلیغ ماہواری چندوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ پس یہ ناممکن ہے۔ کہ ایک تو وہ اپنے ملک میں تبلیغ کے لئے چندے دیں۔ اور پھر ہمارے چندوں میں بھی شریک ہوں۔ خصوصاً جب کہ ہم بھی ان کے مقامی چندوں میں کوئی حصہ نہیں لیتے۔ یہ بات قطعاً عقل میں نہیں آ سکتی

خود بخود حصہ نہ لینے والے

پھر اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ کہ جنہوں نے بیعت تو کی ہے۔ لیکن بیعت کرنے کے بعد وہ غائب ہیں۔ اور ایسے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ جن کا ہمیں پتہ نہیں۔ ایسے آدمی میرے نزدیک ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ بعض دوستوں نے مجھے بعض مقامات سے خط لکھے۔ کہ ہمیں یہاں آنے پر معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک بڑی جماعت ہے۔ جو احمدی کہلاتی ہے۔ مگر وہ لوگ مرکز سے دوری کی وجہ سے ایسے بیخبر ہیں۔ کہ ان کو یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود فوت ہو گئے ہیں۔ اب ایسے احمدی جن کو حضرت مسیح موعود کی وفات کا بھی پتہ نہیں۔ ان سے چندے کون وصول کرے۔ پس اس تعداد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے کسی وقت بیعت تو کر لی۔ لیکن پھر انہوں نے مرکز اور سلسلہ کے کاموں سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ وہ اپنی ایمانی کمزوری یا کسی مجبوری کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور ہم ان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی حالت اس کھیتی کی طرح ہے۔ جس کی نگرانی اور حفاظت کے لئے کسان اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ اگر اس میں کچھ نشوونما کی طاقت آگے بھی تو پھر وہیں مرجھا جائیگی۔ یہی حال مرکز سے تعلق نہ رکھنے اور احمدی ہو کر غائب ہو جانے والوں کا ہے۔ پھر اس تعداد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جو ایک ایک دو دو کر کے دور دور رہتے ہیں۔ اور اس طرح سینکڑوں میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سے چندہ لینے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی ان کے پاس بھیجا جائے۔ اور وہ ہر گاؤں میں پھر کر ان سے چندہ وصول کرے۔ لیکن اس طرح وصولی چندہ کا خرچ اصل چندے سے بھی بہت بڑھ جائیگا۔ ایسے منتشر اور مرکز سے تعلق نہ رکھنے والے لوگ "الفضل" کے خریدار تو ہوتے نہیں۔ کہ اس میں تحریک پڑھ کر شامل ہو جائیں۔ اس لئے ان کے پاس آدمی بھیجنے کے سوا اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر کسی سے دس روپے وصول ہونگے تو ستر روپے وصولی کے لئے جانے والے کے کرایہ وغیرہ پر خرچ ہو جائینگے۔ پس ایسے لوگوں کے پاس آدمی بھی نہیں بھیجا جا سکتا۔ کہ جو ان سے چندہ وصول کرے۔ پھر جو حصہ منتظم جماعت کا ہے۔ اس میں بھی ایسے کمزور لوگ ہیں۔ کہ سیکرٹری اور پریذیڈنٹ متواتر اور بار بار ان کے پاس جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ چندہ میں شریک نہیں ہوتے۔ جیسا کہ ایک دو صاحب جنہوں نے مجھے خط لکھے ہیں۔ ایک کی نسبت تو وہاں کے امیر نے لکھا ہے۔ کہ ہم بار بار ان کے پاس گئے۔ مگر انہوں نے چندہ دینا منظور نہ کیا۔ اور دوسرے صاحب خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ اس تحریک میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حالت میں ان کا فرض تھا۔ کہ چندہ دینے والے احمدیوں کی تعداد کا اندازہ لگاتے وقت اپنے جیسے کمزور ایمان والوں کو بھی اس میں سے نکال لیتے پھر وہ اپنے شہر کی نسبت لگا کر ہر شہر کی منتظم جماعت کے کمزوروں کو معلوم کر لیتے۔ اس طرح باقی منتظم جماعت اتنی ہی رہ جاتی ہے۔ کہ وہ ایک مہینے کی آمدنی دے کر بمشکل اس رقم کو پورا کر سکتی ہے۔

وصولی چندہ میں مشکلات

کیونکہ ان کے علاوہ نہ تو ہمیں ان غیر ممالک کی جماعتوں سے کچھ وصول ہو سکتا ہے۔ جن کی مقامی ضروریات اور اخراجات ہی ان ماہواری چندوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور نہ ہمیں ان احمدیوں سے کوئی چندہ وصول ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے احمدی ہو کر پھر مرکز سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ اور نہ ان سے ہمیں کچھ امید ہو سکتی ہے۔ جو کہ چندہ دینے سے ہی منکر ہیں۔ کیونکہ کوئی پولیس تو ہے نہیں۔ کہ جس کے ذریعے ان سے وصول کیا جائے۔ اور نہ ان سے ہمیں کچھ وصول ہو سکتا ہے۔ جو بیعت کر کے پھر غائب ہو گئے۔ اور ان کا کچھ پتہ نہیں۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ اور نہ ان سے جو ایک ایک دو دو کر کے سینکڑوں میلوں کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ اور بغیر آدمی بھیجے ان سے کچھ وصول نہیں ہو سکتا۔ اور آدمی بھیجا جائے۔ تو اس کا خرچ چندہ کی وصولی سے بہت بڑھ جاتا ہے۔ نہ ہی ان کے پاس کوئی اخبار جاتا ہے۔ کہ وہ پڑھ کر چندوں کی تحریکوں میں شامل ہوں۔ پس خیالی طور پر تو یہ ذریعہ چندے کی وصولی کا بہت عمدہ نظر آتا ہے۔ کہ جب جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ تو دو آنے فی کس چندہ وصول کرنے سے سوا لاکھ روپیہ جمع ہو سکتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ خیال بالکل ناواقفی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک شخص نے حضرت خلیفہ اول سے کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم غریب آدمی ہیں۔ ہر وقت ہمارے پاس روپیہ نہیں ہوتا۔ مانگنے والے نے جواب میں کہا۔ آپ غریب کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پانچ لاکھ مرید ہیں۔ اگر چار چار آنے ماہوار بھی فی آدمی آپ کو نذرانہ دے۔ تو سوا لاکھ روپیہ آپ کے پاس جمع ہو سکتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا۔ اوروں کو تو آپ جانے دیں۔ آپ بھی تو میرے مرید کہلاتے ہیں۔ آپ بتائیں آپ نے مجھے آج تک کتنی چونیاں بطور نذرانہ دی ہیں۔ یہی حال آپ دوسروں کا قیاس کریں۔ پس خیال میں تو یہ تجویز عمدہ اور ممکن نظر آتی ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ جو منتظم جماعتیں ہیں۔ ان

سے بھی ایسے چندے خاص جد و جہد کے بعد جا کر وصول ہو سکتے ہیں ؛

ایک دوسرا سوال

اس شبہ کے علاوہ ایک دوسرا سوال بھی ہے۔ جو اس وقت تو کسی نے پیش نہیں کیا لیکن وہ ایک دفعہ شوریٰ میں پیش ہوا تھا۔ کہ اگر اس طرح چندے دیئے جائیں گے۔ تو جماعت کو ترقی کس طرح حاصل ہو گی۔ اور وہ بڑھے گی کیسے۔ پہلا سوال جو تھا۔ وہ تو ناواقفی اور کم علمی کا نتیجہ تھا۔ لیکن یہ سوال کمی ایمان کا نتیجہ ہے۔ اور اسی طرح جہالت اور ناواقفی کا بھی نتیجہ ہے ؛

قومی اور انفرادی ترقی

دراصل ترقی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک فردی۔ کہ قوم کا کوئی فرد بڑھ جاتا۔ اور ترقی کر جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے محنت کر کے علم پڑھا۔ اور وہ مشہور عالم فاضل ہو گیا۔ یا کوئی بڑا عہدہ اس کو مل گیا۔ یا تجارت میں بہت بڑھ گیا۔ یہ فردی ترقی کہلاتی ہے اور ایک ترقی قومی ہوتی ہے۔ جیسے انگریزوں کی قوم کو قومی ترقی حاصل ہے۔ اور جو عزت قومی ترقی میں ہوتی ہے۔ وہ فردی ترقی میں ہرگز نہیں ہوتی۔ بعض ہندوستانی انفرادی طور پر اتنے مالدار ہیں۔ کہ سو سو انگریزوں کو نوکر رکھ سکتے ہیں۔ لیکن انگریزوں کی قومی ترقی کی وجہ سے جتنی عزت ان نوکر انگریزوں کی ہو سکتی ہے۔ اتنی عزت اس نوکر رکھنے والے کروڑپتی کی نہیں ہو گی۔ کیوں اس لئے کہ انگریزوں کو قومی عظمت اور ترقی حاصل ہے۔

انگریزوں کی قومی عزت

اسی لحاظ سے انگریزوں کو یہ عزت حاصل ہے۔ کہ اگر کوئی ان میں سے دنیا کے کسی حصہ میں مارا جائے۔ تو اس کا بدلہ لینے کے لئے سب سے بڑے جنگی جہازوں کے بیڑے اور سب سے زیادہ کھلے منہ والی توپیں انگریزوں کی طرف سے وہاں جا پہنچیں گی۔ اور خواہ کوئی امیر ہو یا کوئی حکومت اس سے مطالبہ کرینگے۔ کہ یا تو وہ ان کے آدمی کی موت کی تلافی کرے۔ یا پھر جنگ کے ذریعے اس کو تباہ اور برباد ہونا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک انگریز کو کسی ملک میں بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرنے والی قوم موجود ہے۔ اور غیر حکومتیں جانتی ہیں۔ کہ پھر ان کو جنگ کرنی پڑیگی ؛

لیکن اس کے مقابلہ میں ایک ہندوستانی کروڑپتی ہو کر اور انگریزوں کو اپنا نوکر رکھ کر بھی بالکل ذلیل ہے۔ اور اس کی کوئی عزت نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے نوکر انگریز کو تو قومی عزت حاصل ہے۔ اور اس کو انفرادی عزت حاصل ہے۔ اور اس قومی عزت کے فقدان اور کمی کی وجہ سے انگلستان کے ایک جہاز دھونے والے کے برابر بھی اس کی عزت نہیں ہے۔

قومی اور انفرادی قربانیاں

تو جس طرح ترقی اور عزت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک فردی اور ایک قومی۔ اسی طرح قربانیاں بھی دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک فردی اور ایک قومی۔ فردی ترقی میں بھی ایک انسان اپنی راتیں اپنا آرام قربان کر کے علم حاصل کرتا ہے۔ اور پھر وہ جج بنتا ہے۔ یا کوئی بڑا عہدہ اس کو مل جاتا ہے۔ یا اس نے تجارت کی اور اپنی عقل اور خرد سے اسے اس طرح چیلایا کہ وہ کروڑپتی ہو گیا۔ اور اپنی ذات میں اس نے ترقی حاصل کر لی۔ جس سے بہت بڑی عزت پا گیا۔ لیکن ایک اور شخص ہے۔ جس نے اپنا وقت اپنی راتیں اپنا آرام قربان کر کے علم حاصل کیا۔ اگر وہ چاہے تو ذاتی طور پر اس کو بڑے بڑے عہدے مل سکتے ہیں۔ اور وہ کافی ترقی کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنے فوائد کو قوم کے لئے قربان کر دیتا ہے اسے خیال آتا ہے۔ کہ میرے ملک میں تعلیم نہیں۔ وہ انگلستان سے اس امر میں بہت پیچھے ہے۔ اپنی تعلیم پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے بعد اپنے گاؤں میں آ کر مدرسہ کھول دیتا ہے اور اس بات پر راضی ہو جاتا ہے۔ کہ گاؤں کے لوگ ایک پرائمری سکول کے معلم کی طرح اس کو روٹی کپڑا دیدیں۔ اس گاؤں کے لڑکوں کو تعلیم دینی شروع کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کو اعلےٰ درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ گو اس قربانی کا فائدہ اس کی اپنی ذات کو نہیں ملے گا۔ لیکن آئندہ نسلیں یہ ضرور کہیں گی۔ کہ یہ گاؤں بڑے تعلیم یافتہ لوگوں کا گاؤں ہے۔ اور ان لوگوں کو خاص عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ اس طرح اس کی قربانی کا فائدہ اس کی ذات کو تو نہیں ملے گا۔ لیکن اس کی قربانی کی وجہ سے اس کے گاؤں کے لوگوں کو قومی عزت ضرور حاصل ہو جائیگی ؛

ایک بوڑھے کی حکایت میں سبق

ایک بوڑھے کی ایک حکایت مشہور ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا درخت لگا رہا تھا۔ جو تیس چالیس سال کے بعد پھل دیتا تھا۔ بادشاہ کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس نے کہا۔ بوڑھے تو ایسا درخت لگا رہا ہے۔ جس کے پھل دینے سے پہلے تو مر جائیگا۔ پھر تجھے اس کے لگانے کا کیا فائدہ۔ بوڑھے نے کہا۔ بادشاہ سلامت اگر ہمارے بزرگ بھی یہی خیال کر کے کوئی درخت نہ بوتے۔ تو آج ہم ان کا پھل کھانے سے محروم رہتے۔ انہوں نے بویا۔ تو ہم نے کھایا۔ ہم بوئینگے۔ تو ہماری نسلیں کھائیں گی۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔ اور اس نے کہا۔ زہ۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ کہہ رکھا تھا۔ کہ میں جس کی بات پر زہ کہا کروں۔ تم اسے چار ہزار روپے کی تھیلی انعام دے دیا کرو۔ چنانچہ جب بادشاہ نے زہ کہا۔ تو وزیر نے چار ہزار کی تھیلی بوڑھے کے آگے رکھدی۔ اس پر بوڑھے نے کہا۔ آپ تو کہتے تھے۔ کہ یہ درخت میری زندگی میں پھل نہیں دے گا۔ مگر دیکھئے۔ اس نے تو مجھے لگاتے لگاتے ہی پھل دیدیا۔ اس پر بادشاہ نے پھر زہ کہا۔ اور وزیر نے پھر ایک تھیلی بوڑھے کو دیدی۔ اس پر بوڑھے نے کہا۔ دیکھئے بادشاہ سلامت۔ یہ کیسا عجیب درخت ہے۔ اور درخت تو سال میں ایک دفعہ پھل دیتے ہیں۔ اس نے مجھے دو دفعہ پھل دیئے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے پھر زہ کہا۔ اور وزیر نے تیسری تھیلی اس کو دیدی۔ آخر بادشاہ نے کہا۔ یہاں سے چلو۔ یہ بوڑھا تو ہمارا خزانہ خالی کرا دے گا ؛

457

اس قصے میں خواہ وہ واقعہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو حقیقت میں ایک بہت بڑا سبق ملتا ہے۔ کہ پہلوں نے قربانیاں کیں۔ جن کا ہم نے پھل کھایا۔ ہم قربانیاں کریں گے۔ تو آئندہ نسلیں فائدہ اٹھائیں گی۔ اور در حقیقت اصل قربانی وہی ہے۔ جو قوم کے لئے کی جائے ؛

رسول کریم کی قربانیاں

دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانیوں سے ذاتی فائدہ کونسا حاصل کیا۔ ایک نادان اور جاہل کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ بادشاہ ہو گئے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس بادشاہت سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔ یہی نہ کہ آپ کا غم اور بھی بڑھ گیا۔ پہلے اگر چند لوگوں کا آپ کو غم و فکر ہوتا تھا۔ تو پھر ہزاروں کا ہو گیا۔ ہاں اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کروڑوں روپیہ جمع کر لیتے۔ یا عمدہ عمدہ محل اور باغات اور جائدادیں اور ہر قسم کے آرام اور آرائش کے سامان اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مہیا کر لیتے۔ تو کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ انہوں نے اپنی قربانیوں کے بدلے میں بادشاہت حاصل کی۔ لیکن عملی طور پر دنیا جانتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے کوئی روپیہ اور جائیداد پیدا نہیں کی۔ غرض قومی ترقی کے لئے قربانی کرنے والے خود غم کھاتے۔ حتیٰ کہ قوم اور جماعت اور سلسلہ کی ترقی کی کوشش میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی اپنی ذات کو اس کا کوئی ثمرہ نہیں ملتا۔ بسا اوقات وہ اپنی زندگی میں اپنی قربانیوں کا پھل آپ بھی کھا لیتے ہیں۔ اور یہ خدا تعالے کا خاص انعام ہوتا ہے۔ ورنہ انہیں تو انعام زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں اگلے جہان میں ملتا ہے۔ اور ان کے بعد ان کی نسل اور ان کی قوم کو دنیا میں حاصل ہوتا ہے۔ تو اصل قربانی یہی ہے۔

قوم کی خاطر قربانی کرنیوالا

دیکھو ایک کسان قحط کے زمانہ میں کس دلیری کے ساتھ گھر سے غلہ نکال کر مٹی میں ملا دیتا ہے۔ کوئی بیوقوف کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے غلہ کا نقصان کر دیا۔ لیکن وہ بیج ہوتا ہے۔ جو بہت بڑھ چڑھ کر پھل لاتا ہے۔ جو غلہ کھیت میں ڈالا گیا۔ بے شک وہ مٹی میں مل گیا۔ اور بہتوں کی نظر میں وہ ضائع ہو گیا۔ اور اس کو کیڑوں نے کھا لیا۔ لیکن ایک عقلمند کے نزدیک وہ مٹا نہیں۔ نہ ضائع ہوا۔ بلکہ اس ایک دانہ کے مرنے اور مٹنے نے کئی دانے پیدا کر دیئے۔ پس اگر ایک زمیندار اس طرح خرد د

بھی ملانے سے نادان نہیں کہلا سکتا۔ اور اس کا نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اس طرح اور بھی غلہ بڑھتا ہے۔ اور ایک کی بجائے سو یا ہزار دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو اس شخص کی قربانی دانشمند نہ کس طرح ہو سکتی ہے۔ جو قوم کے لئے کوئی قربانی کرتا ہے۔ اور وہ کس طرح نادان کہلا سکتا ہے۔ جو قوم کی خاطر اپنے فوائد قربان کرتا ہے۔ خواہ اس کو اپنی قربانی کا فردی نفع حاصل نہ ہو۔ تاہم اس کی قربانی کے نتیجہ میں سینکڑوں اور ہزاروں اس کی قوم اور جماعت کے لوگ عزت اور ترقی حاصل کر جائیں گے ایک نادان کی نگاہ میں اس کی قربانی تباہ کن نظر آئیگی۔ لیکن بحقیقت وہ تباہ کن نہیں ہوگی۔ اس کی قربانی قومی ترقی کے لئے ایک بیج ہوگی۔ دیکھو اگر ایک سائنسدان کی زندگی کا انحصار صرف اس بات پر نہیں ہوتا۔ کہ وہ فردی ترقی حاصل کرے۔ بلکہ وہ اپنی زندگی کو اپنے علم کے ذریعہ قوم کو نفع پہنچانے میں صرف کر دیتا ہے۔ اور دنیا اس کے اس فعل کو تباہ کر دینے والا نہیں سمجھتی۔ تو پھر قوم کی خاطر جو قربانی کرتا ہے۔ وہ کیونکر محروم اور نامراد ہو سکتا ہے۔ پھر ایک سائنسدان تو اس دنیا میں ہی اس سائنس سے فردی نفع نہیں اٹھاتا ہے۔ اور اگلے جہان میں اس کو اس کا کچھ نفع نہیں پہنچ سکتا۔ یا اس کی قوم صرف اسی دنیا میں اس کی قربانی اور ایثار سے فائدہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس کی قربانی اور کوشش کو کوئی بیوقوفی نہیں سمجھتا۔ بلکہ دنیا اسے ایک نعمت سمجھتی ہے تو پھر وہ شخص جو دین کی تائید اور اشاعت

دین کیلئے قربانی کرنا

کے لئے قربانی کرتا ہے۔ وہ کس طرح بیوقوف کہلا سکتا ہے۔ کہ جس کے نفع سے مرنے کے بعد بھی وہ فردی طور پر محروم نہیں رہتا۔ اور اس کی قوم بھی فائدہ حاصل کرتی ہے نادان سمجھتے ہیں۔ کہ ایسا کرنے والے اپنا سب کچھ تباہ کر دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہی سب کچھ پاتے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم میں سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ اس میں خدا تعالیٰ نے اپنی چار صفات کے ماتحت انسان کے چار درجوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلے صفت ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔ جو کہ انسان کو پیدا اور پھر اس کی اس طرح نشو و نما کرتی ہے۔ جس سے کہ وہ کام کرنے کے قابل ہو جاتا۔ اور قومی کاموں میں مصروف ہوتا ہے۔ جب یہ مقام اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر صفت رحمانیت کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی ربوبیت کے بعد اپنی رحمانیت سے وہ ترقی کے آلات اور اسباب پیدا کرتا ہے۔ جس سے کہ انسان کام کرتا ہے چونکہ خدا تعالیٰ رحمٰن ہے۔ اس لئے ربوبیت کے بعد انسان کے کام کرنے کے لئے سامان پیدا اور مہیا کرتا ہے۔ پھر ربوبیت اور رحمانیت کے بعد اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ انسان کا کام نتائج پیدا کرے۔ اس لئے وہ رحیم ہے۔ کہ انسان کے کاموں کے نیک نتائج پیدا کرتا ہے۔ رحیمیت انسان کی فردی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جس سے کہ انسان فردی طور پر اپنے کاموں کے نیک نتائج حاصل کرتا ہے۔ اور فرداً فرداً ہر شخص کی اپنی ذات کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان خود ہی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اور وہ مر جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا ہم مالک یوم الدین بھی ہیں۔ یعنی ایک دن ایسا بھی مقرر ہے کہ جو قوموں کی جزا اور سزا کا دن ہے۔ اس وقت فردی طور پر بھی بدلا دیا جائے گا۔ تو رحیمیت افراد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور مالکیت تمام قوم کے کاموں کے بدلے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ رحیمیت کو پہلے بیان فرمایا۔ جو افراد کے ذاتی کاموں کے بدلے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور پھر انتہائی درجے کا ذکر فرمایا۔ جو قومی قربانی کے فوائد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور ہر ایک انسان جانتا ہے۔ کہ فردی فوائد سے قومی فوائد زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہم سب کو تمدنی اور سیاسی امور کی ناواقفی اور کمزوری ایمان اور ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھے۔ اور ہمیں ہر قسم کی قربانیاں خواہ وہ فردی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں۔ اور خواہ قومی ترقی کے ساتھ۔ ان کے کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ان کے بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہوں۔ آمین ؏

اشتہار نالش

بعدالت شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم شہر راولپنڈی

چوہدری رتن سنگھ ولد نرائن سنگھ ساکن لبانی تحصیل راولپنڈی

بنام

بہادر علی و غلام محمد پسران منددقوم تو نہال سکنائے ڈھوک گوڑہ داخلی ککری تھانہ روات۔ تحصیل راولپنڈی ؏

(اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

بنام غلام محمد ولد مندد قوم تو نہال سکنائے ڈھوک گوڑہ داخلی ککری تھانہ روات۔ تحصیل راولپنڈی ؏

مقدمہ مندرجہ بالا میں۔ تم دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ اس لئے تمہارے نام اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر تم مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۵ء کو واسطے جوابدہی کے اصالتاً یا وکالتاً حاضر نہیں آؤ گے۔ تو تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔ مورخہ ۳/۲/۲۵ء

مہر عدالت دستخط حاکم

تصحیح ضروری

اخبار الفضل ۹۵ ۵ مارچ صفحہ ۸ کالم ۳ پر جنرل سیلائنگ ایجنسی قادیان کی بجائے بھوپال پڑھا جائے (مینجر)

تبلیغ کا ایک کامیاب ذریعہ

یہ بھی ہے۔ کہ مختلف مقامات پر کتب ایجنسی کھولی جاویں۔ چنانچہ کتاب گھر کی دو تین ایجنسیاں مختلف مقامات پر کامیابی سے کام کر رہی ہیں۔ کمیشن معقول دیا جاتا ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ احمدیہ لٹریچر اس طریق سے بکثرت غیروں میں پھیلے گا۔ ایک ماہ میں اگر فی ایجنسی دس غیر احمدیوں کے گھر ہماری کتب چلی جاویں۔ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ احباب اس تجویز پر جلد توجہ فرماویں۔ مفصل شرائط ایجنسی و فہرست کتب کتاب گھر سے معلوم کریں ؏

احمدیہ پاکٹ بک ۱۲ مجلد ۱۳ اور سیرت المہدی مجلد ۱۳	جو پچھلے دنوں نہیں مل سکتی تھیں۔ اب ان کی چند جلدیں دستیاب ہوئی ہیں۔ احباب جلد منگا لیں ؏
اس سال کی نئی کتب	سیرت النبی مجلد ۸ / ۔ کلید قرآن مجلد ۸ / ۔ حضرت صاحب کے ولایت کے لیکچر ۱۲ / ۔ فلسفہ نماز ۱۲ / ۔ برگزیدہ رسول ۵ / ۔ آئینہ اسلام ۱۲ / ۔ آئینہ سماع ۸ / ۔ دلائل ہستی باری تعالیٰ ۱ / ۔ تحفہ کابل اردو ۸ / ۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام ۱۲ / ۔ فہرست کتب سلسلہ احمدیہ مفت پتہ ذیل سے:۔

کتاب گھر قادیان

اشتہار فروخت اراضی متصل دارالشفاء قادیان

قریباً ۱۸ ایکڑ کنال رقبہ زرعی موقعہ مندرجہ بالا پر جو عین آبادی کے قریب واقع ہے۔ فروخت کیا جاوے گا۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے۔ کہ جس صاحب کو واسطے آبادی کی ضرورت ہو۔ وہ کل کا کل یا ٹکڑے وار قیمت بازاری پر خرید سکتے ہیں۔ ۳/۲/۲۵ء

المشتہر

خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب قادیان

ضرورت ہے ایک ایسے پیشہ ور صاحب کی

جو کہ مخلص احمدی ہوں اور جو ایک لڑکے کو اپنے ساتھ رکھ کر مخلص احمدی بنانے اور اس کو بخوبی اپنا کام سکھانے کو تیار ہوں۔ لڑکا اس وقت احمدی نہیں۔ عمر قریباً ۱۴ سال تندرست کان سے کچھ کم سنتا ہے۔ پڑھنے میں دل نہیں لگاتا ہے۔ خاصکر درزی کا کام دل سے کرتا معلوم ہوتا ہے کوئی صاحب خواہ کسی مقام پر لڑکے کو رکھنے کو تیار ہوں۔ تو بندہ سے جلد دریافت فرماویں۔ لڑکا ایک دو ماہ کے بعد انشاء اللہ کارآمد ثابت ہوگا۔ اگر ضرورت ہو تو میں کچھ عرصہ تک اس کے اخراجات ادا کرنے کو تیار ہوں۔ کوئی اور امور دریافت طلب سمجھیں۔ ان کی بابت اور پیشہ کیا ہو مجھ کو لکھیں ؏

خاکسار کریم بخش کوارٹر ۱۳ امیر وڈ روڈ رائے سینا۔ دہلی

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر))